ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.1245-1252
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Thematic Study of Journalistic Principles in the Light of Qur'anic Verses

قرانی ایات کی روشنی میں صحافت کے اصولوں کا موضوعاتی مطالعہ

Hafiz Muhammad Hassan Malick
MPhil scholar NUML Karachi

Abstract

This research explores the foundational ethics of journalism derived from Qur'anic guidance, presenting a thematic analysis rooted in Islamic epistemology. Moving beyond conventional Western media frameworks, the study examines how the Qur'an lays a comprehensive moral and professional framework for communication, truth dissemination, and societal responsibility.

Beginning with the concept of truthfulness (ṣidq) and transparency, the research investigates the Qur'anic command to uphold honesty in public discourse. It then examines the principle of verification (tathabbut) as mandated in Surah al-Ḥujurāt (49:6), establishing the necessity of investigative integrity in news transmission. Other core values, such as justice (ʿadl), non-defamation, trustworthiness (amānah), and respectful speech, are evaluated as essential pillars of an Islamic journalistic ethic. The paper further highlights the Qur'anic objective of preserving communal harmony and preventing discord, emphasizing the role of media in upholding unity (ukhuwwah) and fulfilling the duty of enjoining good and forbidding evil (amr bil-maʿrūf wa nahy ʿan al-munkar).

By referencing classical exegesis—including Tafsīr al-Kashshāf, al-Rāzī, Ibn Kathīr, al-Qurṭubī, and al-Ālūsī—this study draws direct connections between revelatory guidance and modern journalistic practices. It critically evaluates the ethical vacuum in contemporary media and proposes Qur'an-based reforms to align journalistic functions with truth, accountability, and reformative intent. The research concludes that the Qur'anic paradigm offers not only a moral compass for journalists but a strategic model for reorienting the media toward collective well-being, justice, and social rectitude.

Keywords: *Qur'an and Journalism, Islamic Media Ethics, Justice in Journalism*

تعارف:

ابلاغِ انسانی کا عمل فرد و معاشرہ کی فکری تہذیبی اور اخلاقی تشکیل میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ انسانی تاریخ میں یہ عمل کبھی زبانی تھا کبھی نوشتۂ دیوار اور اب جدید ذرائعِ ابلاغ کی صورت میں عالمی قوت بن چکا ہے۔ صحافت بھی اسی ابلاغی نظام کا مؤثر ترین حصہ ہے جو رائے عامہ کی تشکیل فکری سمت طے کرنے اور معاشرتی اقدار کے فروغ یا زوال میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ آج کے دور میں صحافت صرف خبر رسانی کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک تہذیبی ہتھیار سیاسی آلہ اور نفسیاتی حملہ بھی بن چکی ہے۔ لہٰذا اس کا تجزیہ صرف ٹیکنیکل یا سیاسی دائرے میں نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے وحی الٰہی کی روشنی میں جانچنا ایک دینی اور فکری تقاضا بن گیا ہے تاکہ صحافت محض مفادات یا رجحانات کی تابع نہ ہو بلکہ حق عدل امانت اور حکمت کے اصولوں کی پاسدار ہو۔

اسلام میں ابلاغ کا تصور محض معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ذمہ داری ایک امانت اور ایک دعوت ہے۔ قرآنِ مجید نے اس فریضہ کو ابلاغِ رسالت کے ساتھ وابستہ کیا جہاں انبیاء علیہم السلام کو محض پیغام رسانی کا پابند بنایا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"رسول کے ذمے صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے"(المائدہ:99)۔ یہ آیت در حقیقت اس امر کی بنیاد ہے کہ اسلام میں ابلاغ اور بالخصوص صحافت کو حقیقت کی ایماندارانہ ترسیل سمجھا جائے نہ کہ اپنی رائے جذبات یا تعصب کی تشہیر۔ اس تناظر میں نبی کریم ﷺ

کا یہ فرمان بھی انتہائی رہنمائی کا باعث ہے: "میری طرف سے (لوگوں کو) پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو" (صحیح بخاری حدیث: 3461)۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ابلاغ کو دیانت فہم حکمت اور مقصدیت کے ساتھ ادا کرے اور ہر شخص ایک "امینِ پیغام" ہے خواہ وہ منبر پر ہو یا میڈیا پر۔

قرآنِ حکیم نے ابلاغ کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جیسے قولِ سدید (الاحزاب: 70) حسنِ قول (البقرہ: 83) تبین و تحقیق (الحجرات: 6) اور عدل و انصاف (الانعام: 152)۔ ان اصولوں کا اطلاق محض خطبے یا دعوت پر نہیں بلکہ ہر قسم کے اطلاعاتی نظام بشمول صحافت پر ہوتا ہے۔ قرآن ابلاغ کو حکمت و بصیرت کے ساتھ جوڑتا ہے جیسا کہ فرمایا: "اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلاؤ" [1]۔ اس قرآنی اسلوب کا تقاضا یہ ہے کہ صحافت میں زبان شائستہ ہو مقاصد اصلاحی ہوں اور اسلوب شفاف ہو۔ موجودہ صحافتی نظام میں بد دیانتی سنسنی خیزی تعصب اور تہمت کو جس طرح "صحافتی آزادی" کا نام دے دیا گیا ہے وہ اسلامی تصورِ ابلاغ سے مکمل متصادم ہے۔ اسلامی صحافت کا آغاز قرآن سے ہوتا ہے جو خبر تجزیہ اور رائے تینوں کے لیے جامع اور اخلاقی اصول فراہم کرتا ہے۔ قرآن کا مخاطب صرف ذہن نہیں دل بھی ہے۔ اس لیے اسلامی ابلاغ محض معروضی رپورٹنگ نہیں بلکہ اخلاقی بیداری فکری تطہیر اور تہذیبی قیادت کا نام ہے۔ اگر صحافت کو وحی کی روشنی میں استوار کیا جائے تو یہ فتنہ تعصب اور جھوٹ کا ذریعہ نہیں رہے گی بلکہ ایک ایسا آلۂ خیر بن جائے گی جو امت کی وحدت فکری پاکیزگی اور عدل و حق کی ترجمانی کرے گا۔ یہی اس مقالے کا محرک اور بنیاد ہے کہ صحافت کی اصل حقیقت اور اس کا قرآنی و وحیانی ضابطہ واضح کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے معاشرہ امن شعور فہم اور انصاف کی طرف گامزن ہو سکے۔

صدق و شفافیت:

قرآنِ حکیم کی تعلیمات میں صدق و شفافیت کو محض فرد کی نجی صفت نہیں بلکہ اجتماعی زندگی معاشرتی امانت اور نظامِ عدل کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ یہی اصول جب صحافت جیسے طاقتور ادارے پر لاگو کیا جائے تو اس کا مقام صرف خبر رسانی نہیں بلکہ حق کی ترجمانی اور باطل کے ابطال تک وسیع ہو جاتا ہے۔ صداقت وہ اخلاقی جوہر ہے جس پر کسی بھی صحافتی بیانیے کی سچائی یا گمراہی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے سچائی کو ایمان کے بعد سب سے بڑی قدر کے طور پر پیش کیا اور اسے مومنین کی لازمی صفت قرار دیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾[2]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"

اس آیت مبارکہ میں "صدق" کو تقویٰ کے ساتھ جوڑا گیا ہے یعنی سچائی محض معلوماتی درستی نہیں بلکہ ایک روحانی اخلاقی اور سماجی ذمے داری ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں صدق کو صرف قول کی درستی تک محدود نہیں رکھا بلکہ حال عمل ارادہ اور نیت تک پھیلا دیا۔ امام ابن کثیر اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: "صدق تمام اقوال و اعمال میں اخلاص کا نام ہے جو تقویٰ کا ثمرہ اور علامت ہے[3]"۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "صدق وہ صفت ہے جو انسان کو نفاق جھوٹ ریا اور دو عملی سے بچاتی ہے اور اسے نفس کی تہذیب کے قریب لاتی ہے"[4].

صحافت چونکہ رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اس لیے اس میں صدق و شفافیت کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ صحافی کا کام محض خبر دینا نہیں بلکہ سچائی کا ذمہ دار گواہ بننا ہے۔ اگر صحافی غیر جانب دار اور ایماندار نہ ہو تو خبر فتنہ پروپیگنڈہ یا حتیٰ کہ ظلم کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ موجودہ دنیا میں خبر کی سچائی کو پیمائش کے آلے کے بجائے اکثر مفاد جماعت یا بیانیے کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کی یہ ہدایت — "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" — نہایت جامع اور لازمی رہنما اصول بن جاتی ہے۔

اسلامی صحافت کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ سچائی دینی فریضہ ہے نہ کہ آپشن۔ قرآن میں صداقت کی خصوصیت صرف اخلاقی بلندی کے لیے نہیں بلکہ معاشرتی سلامتی فتنہ کے انسداد اور عدل کے قیام کے لیے ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف[5]۔ یہ حدیث صداقت کو ایک فردی خلق نہیں بلکہ ایک معاشرتی مشن کی صورت میں بیان کرتی ہے جو ایک صحافی کی شخصیت میں سب سے پہلے ظاہر ہونا چاہیے۔ قرآنی اصول "صدق" کو اگر صحافت کے ہر مرحلے تحقیق تحریر اشاعت اور تجزیہ پر لاگو کیا جائے تو خبر ایک سچائی کی خدمت بن جائے گی نہ کہ فریبِ نکتہ آفرینی۔ صحافی کو نہ صرف خود سچ بولنا ہے بلکہ سچوں کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ صحافت سچائی کے معیارات پر چلے ورنہ وہ گمراہی ظلم اور افتراء کا آلہ بن جائے گی۔ قرآن کا یہ پیغام دورِ جدید کی اس صحافت کے لیے جو "نیوز" کے نام پر "نیریٹیووار" کا حصہ بن چکی ہے ایک عظیم اور لازوال نسخہ ہے اگر اسے دیانت سے اپنایا جائے۔

تثبت و تحقیقِ خبر:

خبر کا سماعت تک پہنچنا انسانی فطرت کا حصہ ہے مگر اُس پر یقین کر لینا عقل کا تقاضا نہیں — یہی وہ نکتہ ہے جہاں سے قرآن کریم کا صحافتی نظامِ اخلاق شروع ہوتا ہے۔ اسلام میں خبر کا مقام محض اطلاعاتی نہیں بلکہ اخلاقی عدالتی اور اصلاحی ذمہ داری کا حامل ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن مجید خبر کے قبول و اشاعت سے قبل تحقیق اور تثبت (یقینی جانچ) کو لازم قرار دیتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[6]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو"

یہ آیت اسلامی صحافت کا وہ مرکزی اصول ہے جسے جدید صحافت "ویری فکیشن" (Verification) کہتی ہے مگر اسلام اسے محض ٹیکنیکل مسئلہ نہیں بلکہ ایمانی و اخلاقی فریضہ قرار دیتا ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں نہایت نکتہ سنجی کی ہے۔ امام قرطبی کے مطابق "فاسق" سے مراد وہ شخص ہے جو بد عمل اور غیر معتبر ہو اور "تبینوا" کا مطلب ہے کہ خبر کی حقیقت کو مکمل وضاحت سے جانچو تاکہ بغیر تصدیق کسی پر الزام نہ لگ جائے۔[7] علامہ آلوسی اس آیت کو اجتماعی معاشرت میں ابلاغِ خبر کا ضابطہ قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "یہ حکم صرف عدالتوں تک محدود نہیں بلکہ معاشرتی سیاسی اور دینی ہر سطح پر نافذ ہوتا ہے خصوصاً وہاں جہاں ایک خبر پورے معاشرے کو متاثر کر سکتی ہو"۔[8]

یہ آیت محض اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ صحافت کی دنیا میں ایک باقاعدہ ضابطۂ کار (Code of Conduct) فراہم کرتی ہے۔ موجودہ دور میں "جعلی خبریں" (Fake News) "پروپیگنڈا" اور "ادھوری معلومات" جیسے خطرناک رجحانات صحافت کو بد دیانتی نفرت اور فتنے کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔ ایک غیر مصدقہ خبر نہ صرف افراد کی عزت پامال کرتی ہے بلکہ قوموں کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل سکتی ہے۔ اسلامی نظامِ ابلاغ اس خطرے کو بہت پہلے بھانپ چکا تھا اور "تبیین" (وضاحت) اور "تثبت" (تحقیق) جیسے اصول نافذ کیے تاکہ خبر محض چمک نہ ہو بلکہ حق و صداقت کی ترجمان ہو۔

یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ قرآن نے تحقیق کی ذمہ داری خبر دینے والے پر نہیں بلکہ خبر سننے والے پر عائد کی ہے۔ گویا ہر فرد ہر سامع اور بالخصوص ہر صحافی پر یہ فریضہ ہے کہ وہ کوئی بھی خبر خواہ وہ کتنی ہی "وائرل" کیوں نہ ہو اُس وقت تک نشر نہ کرے جب تک اس کی حقیقت پوری طرح واضح نہ ہو جائے۔ اگر صحافت اس اصول کو اپنا لے تو معاشرہ بے یقینی افواہوں اور افتراؤں کی دلدل سے نجات پا سکتا ہے۔ چنانچہ اسلامی صحافت میں سب سے پہلا قدم "تثبت" ہے اور یہی صدق و عدل کی بنیاد ہے۔ ایک مسلمان صحافی کے لیے "خبر" ایک دینی امانت ہے جس کی ہر سطر کا وزن قیامت میں تولا جائے گا۔

عدل و انصاف:

جب صحافت کا دائرہ خبر سے بڑھ کر رائے سازی اور تبصرہ پر محیط ہو جائے تو اس میں عدل و انصاف کی پاسداری ایک ناگزیر دینی و سماجی فریضہ بن جاتی ہے۔ اسلامی اصولِ صحافت کے تسلسل میں "صدق" کے بعد جس بنیادی قدر کا ذکر آتا ہے وہ عدل ہے۔ قرآنِ حکیم بارہا عدل کو ایمان تقویٰ اور معاشرتی استحکام کے لیے لازم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾[9]

"اور جب بات کرو تو انصاف سے کرو اگرچہ معاملہ اپنے قریبی کا ہی کیوں نہ ہو"

اس آیتِ کریمہ میں عدل کو گفتار و اظہارِ رائے کا اصول بنایا گیا ہے اور یہ اصول عمومی طور پر ہر ابلاغی و بیانی نظام پر منطبق ہوتا ہے بالخصوص صحافت پر جو رائے عامہ کو متاثر کرنے کا طاقتور ترین ذریعہ بن چکی ہے۔ امام قرطبی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "عدل کا اطلاق صرف عدالت میں گواہی تک محدود نہیں بلکہ ہر قول و کلام میں انصاف کا لحاظ واجب ہے چاہے وہ کسی دشمن کے بارے میں ہو یا قریبی کے"[10]۔ علامہ زمخشری نے "قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا" کو مطلقاً قولی عدل قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ صحافت تجزیہ اور ہر قسم کی زبان درازی عدل کے تابع ہونی چاہیے۔

صحافت تین بنیادی سطحوں پر کام کرتی ہے: خبر (facts) رائے (opinions) اور تبصرہ (analysis)۔ اگر ان تینوں سطحوں پر عدل کا قرآنی اصول ترک کر دیا جائے تو نتیجہ تعصب گمراہی اور فکری استبداد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ موجودہ صحافت میں کسی واقعے کو رپورٹ کرنے سے زیادہ اہم یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے کس زاویے سے دکھایا جائے۔ اس زاویہ سازی (Framing) میں اگر عدل کا تصور غائب ہو تو خبر انصاف سے محروم ہو جاتی ہے اور رائے محض ذہنی استحصال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

جدید میڈیا بالخصوص نیوز چینلز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز عدل کی پامالی کا میدان بن چکے ہیں جہاں ذاتی ایجنڈے سیاسی وابستگیاں اور معاشی مفادات کو خبر کی شکل میں پیک کیا جاتا ہے۔ کسی ایک فریق کے خلاف مسلسل منفی کوریج جبکہ دوسرے کے لیے خاموشی یا دفاعی رویہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ صحافت میں عدل کا بحران محض اتفاقی نہیں بلکہ ایک باقاعدہ نظام کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ نتیجتاً معاشرے میں بدگمانی تقسیم اور فکری انتشار جنم لیتا ہے۔ قرآنِ مجید عدل کو قربانی کا مطالبہ کرنے والی قدر قرار دیتا ہے: "اگرچہ معاملہ ذَا قُرْبَىٰ (قریبی) کا ہو"۔ یعنی صحافی کو حق گوئی میں اتنا غیر جانب دار ہونا چاہیے کہ وہ ذاتی تعلق سیاسی مفاد یا ادارہ جاتی دباؤ کے باوجود سچ اور انصاف سے منہ نہ موڑے۔ یہی وہ سطح ہے جہاں اسلامی صحافت مغربی یا جدید صحافت سے ممتاز ہوتی ہے — کیونکہ اسلام میں صحافت ایک عبادت ہے مفاد نہیں۔ اگر موجودہ میڈیا ادارے خاص طور پر مسلم معاشروں میں کام کرنے والے صحافی اس اصولِ عدل کو اختیار کریں تو خبر تعصب سے پاک ہو جائے گی رائے زہرناک پروپیگنڈے کی بجائے اصلاحی تبصرہ بن جائے گی اور تجزیہ فکری ہدایت کا ذریعہ قرار پائے گا۔ ورنہ میڈیا وہی کرے گا جو آج ہو رہا ہے یعنی سچ کے ٹکڑے انصاف کا گلا اور حقیقت کا مقتل۔

عدم غیبت، بہتان اور افتراء سے اجتناب:

جب صحافت اپنی اخلاقی حدود سے تجاوز کر کے خبر رسانی کے بجائے شخصیت شکنی بہتان تراشی اور نفرت انگیزی کا ذریعہ بن جائے تو نہ صرف معاشرہ زہر آلود ہو جاتا ہے بلکہ دین کی اساسی تعلیمات کی کھلی مخالفت بھی ہونے لگتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں خبر کی تحقیق عدل اور صداقت کی تاکید ہے وہاں افراد کی عزت و حرمت کے تحفظ پر بھی بے حد زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے غیبت اور بہتان کو نہ صرف ناپسندیدہ فعل قرار دیا بلکہ اس کی تمثیل ایسی دی جو انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾[11]

"اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس کو برا جانتے ہو"

یہ آیت محض ایک اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ صحافت کے لیے قانونی حد فراہم کرتی ہے۔ امام ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "غیبت میں جس کی عزت پامال کی جائے وہ گویا مردہ ہو کیونکہ وہ اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔[12] موجودہ دور میں ٹی وی ٹاک شوز یوٹیوب تجزیے اور سوشل میڈیا پر جو کردار کشی چغلی اور طنز و تضحیک کا ماحول عام ہو چکا ہے وہ اس آیت کے براہِ راست دائرۂ ممانعت میں آتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ[13]

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون مال اور عزت حرام ہے"

اس جامع حدیث میں "عِرض" یعنی عزت و آبرو کو مال و جان کے ساتھ شامل کر کے اس کی حرمت کی شدت کو واضح کیا گیا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ "عرض کا مفہوم صرف گالی یا بہتان تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ عمل قول یا اشارہ جو کسی کی عزت پر ضرب لگائے اس میں داخل ہے"۔[14]

موجودہ صحافت بالخصوص الیکٹرانک اور سوشل میڈیا میں یہ صورتحال معمول بن چکی ہے کہ سیاسی مخالفین کو رسوا کرنے مذہبی اختلاف کو ذاتی دشمنی بنانے اور شخصیات کو تمسخر کا نشانہ بنانے کو آزادیِ اظہار کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات تبصرے کے نام پر غیبت اور افتراء کیا جاتا ہے اور اس کا جواز "عوامی مفاد" کے پردے میں دیا جاتا ہے۔ یہ وہ زہر ہے جس نے معاشرے کے اعتماد اتحاد اور احترام کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآن نہ صرف غیبت کی ممانعت کرتا ہے بلکہ بہتان (جھوٹا الزام) کو ناقابلِ معافی گناہوں میں شمار کرتا ہے۔ سورۃ النور میں بہتان باندھنے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید ہے (النور: 23-24)۔ اسلامی صحافت کو چاہیے کہ وہ صرف سچائی تک محدود نہ رہے بلکہ کسی فرد یا جماعت کو بدنام کرنے سے باز رہے جب تک شرعی ثبوت اور نیت اصلاح کی نہ ہو۔

ایسی صحافت جس کا مقصد تضحیک تمسخر یا عوام میں نفرت پھیلانا ہو وہ دراصل اسلام کے تصورِ ابلاغ سے بغاوت ہے۔ ایک مسلمان صحافی کو اپنے قلم زبان اور اسکرین کو وہی حرمت دینی چاہیے جو شریعت نے خون مال اور عزت کے لیے مقرر کی ہے۔ کیونکہ جس صحافت میں حرمتِ انسان کا احساس نہ ہو وہ فتنہ پرور تجارت کے سوا کچھ نہیں۔

حُسنِ ابلاغ اور فصاحت:

جب ابلاغ کا مقصد صرف اطلاع رسانی نہ رہے بلکہ فکری تشکیل تربیت اور اصلاح ہو تو اس کے لیے زبان کا حسنِ بیان کا توازن اور اسلوب کی لطافت بنیادی شرط بن جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں نہ صرف یہ کہ سچ بولو بلکہ یہ بھی کہ کیسے بولو؟—اس سوال کا جواب قرآنِ کریم نے صراحت سے دیا ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[15]

"اور لوگوں سے بھلی بات کہا کرو"

یہ وہ آیت ہے جو ابلاغ کے اخلاقی جمالیات (Ethics of Language) کو واضح کرتی ہے۔ مفسرین نے "قولِ حسن" کو محض نرم لہجے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے کلام کے حسنِ ترتیب خیر اندیشی مروّت اور مقصدِ خیر پر مبنی قرار دیا۔ امام رازی لکھتے ہیں:

"قَوْلُ الْحُسْنِ وہ ہے جو مخاطب کے دل میں اثر کرے بغیر ایذا تمسخر یا تحقیر کے۔[16]" امام ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "یہ حکم ہر انسان سے متعلق ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؛ کہ کلام نرمی شفقت اور خیر خواہی کے ساتھ ہو۔[17]"

یہی اصول جب صحافت پر لاگو ہوتا ہے تو صحافی کا قلم محض خبر کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ تہذیبِ زبان اور فکری طہارت کا نمائندہ بنتا ہے۔ صحافی اگر صداقت عدل اور عزتِ نفس کے اصول پر قائم ہو مگر اس کا لب و لہجہ تلخ تمسخر آمیز یا سخت گیر ہو تو اس کی بات فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ موجودہ صحافت میں زبان کے زہر آلود استعمال کی جو روش عام ہو چکی ہے وہ اسلام کے حسنِ ابلاغ کے اصول کی صریح خلاف ورزی ہے۔ ٹی وی اسکرینوں پر زہر خند تبصرے طنز سے لبریز تجزیے اور اشتعال انگیز سرخیاں صرف معاشرتی اشتعال کا باعث نہیں بلکہ قلوب میں نفرت بدگمانی اور دوری پیدا کرتی ہیں۔ ایک مخلص صحافی کے لیے زبان کی پاکیزگی اسی طرح لازم ہے جیسے طبیب کے لیے دوا کا درست انتخاب۔ الفاظ دوا بھی بن سکتے ہیں اور زہر بھی —فرق نیت اور زبان کے استعمال کی حکمت پر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے اسلوب میں بلاغت توازن اور فصاحت کا ایسا نمونہ پیش کیا ہے کہ سید قطب نے لکھا" قرآن کی زبان ایک ایسا جادو ہے جو سننے والے کو نرم کر دیتا ہے شرط یہ ہے کہ سننے والا دل سے سنے۔یہی اسلوب ایک صحافی کو سیکھنا چاہیے کہ وہ اپنی تحریر خبر اور تبصرے کو ایسے الفاظ سے مزین کرے جو قاری کے دل پر بار نہ بنے بلکہ اثر کرے۔حُسنِ ابلاغ کا مطلب صرف نرم الفاظ کا انتخاب نہیں بلکہ وہ حکمت ہے جو سخت سچائی کو بھی قبول کروانے کے قابل بنائے۔اسلام یہی چاہتا ہے کہ حق بیان کیا جائے مگر دلائل اور ادب سے؛ خبر دار کیا جائے مگر تحقیر کے بغیر؛ تنقید کی جائے مگر اصلاح کی نیت سے۔

ہٰ۔ امانت اور معلومات کا تحفظ:

اسلامی تصورِ صحافت میں جہاں صدق عدل تحقیق اور شائستہ اسلوب جیسے عناصر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہیں ایک پہلو ایسا بھی ہے جو جدید صحافتی ضوابط میں بھی کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہے معلومات کی امانت داری اور اخباری ذرائع کا تحفظ۔یہ محض اخلاقی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک شرعی حکم ہے جسے قرآن کریم نے صراحت سے بیان کیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾[18]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ"

یہ آیت ایک عام شرعی اصول کا بیان ہے جو نہ صرف مالی یا جسمانی امانتوں کو شامل کرتا ہے بلکہ فکری علمی اور اطلاعاتی امانت کو بھی محیط ہے۔امام ابن کثیر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:"امانت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی کے سپرد کی گئی ہو خواہ وہ مال ہو یا راز علم ہو یا مشورہ قول ہو یا فکری سرمایہ۔[19]"

اس تناظر میں صحافی جب کسی رازدار ذریعے (Confidential Source) سے خبر حاصل کرتا ہے تو وہ معلومات اس کے پاس امانت کے درجے میں آجاتی ہیں۔ان معلومات کی غیر ذمہ دارانہ تشہیر بغیر اجازت افشا یا ریاستی وسیاسی دباؤ میں ان ذرائع کو ظاہر کرنا شرعی نقطۂ نظر سے خیانت شمار ہوگا۔اسلامی فقہ میں "افشاء السر"یعنی راز فاش کرنے کو غیر اخلاقی غیر شرعی اور گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے خصوصاً جب راز اس نیت سے دیا گیا ہو کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔امام قرطبی فرماتے ہیں:"امانت کا سب سے نازک پہلو وہ راز ہے جو کسی نے آپ پر اعتماد کرکے آپ کے سپرد کیا ہو۔[20]"

اسلامی صحافت کے لیے یہ رہنما اصول بن جاتا ہے کہ ہر وہ اطلاع یا خبر جو کسی ذریعے (source) سے ملی ہو اسے نشر کرنے یا مخفی رکھنے کا فیصلہ علم عدل امانت اور مصلحت پر مبنی ہونا چاہیے نہ کہ سنسنی ریٹنگ یا شہرت کے لالچ پر۔بدقسمتی سے آج کے دور میں صحافت کا ایک بڑا حصہ سورس بے نقاب کرنے لیکس جاری کرنے اور اعتماد توڑنے پر چل رہا ہے۔اس سے نہ صرف صحافت کا وقار متاثر ہوتا ہے بلکہ لوگوں کا اعتماد بھی ختم ہوتا ہے۔اسلام ہمیں تلقین کرتا ہے کہ جب تک امانت کی حفاظت نہ ہو تب تک ابلاغ کی آزادی بے معنی ہے۔عصرِ حاضر میں جو قوانین "Source Protection" کے لیے بنائے گئے ہیں ان کی جڑیں اسلامی فقہ اور قرآن کے اس اصول میں موجود ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظریۂ ابلاغ میں معلومات کی امانت صرف قانونی اصطلاح نہیں بلکہ عبادت کے زمرے میں شامل ہے۔[21]

امت کی وحدت اور خبروں کی ذمہ داری

اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو صرف عقیدے میں نہیں بلکہ دلوں میں بھی ایک ہو۔یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو محض ایک امت یا گروہ نہیں بلکہ بھائی بھائی قرار دیا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[22]

"بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"

یہ ایک جملہ محض اخلاقی وعظ نہیں بلکہ اجتماعی نظم ونسق کی بنیاد ہے۔جب مومن بھائی ہیں تو ان کے درمیان کوئی خبر افواہ الزام یا تجزیہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جو ان بھائیوں کو ایک دوسرے سے دور کر دے۔امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"جب مومنوں کو بھائی قرار دیا گیا تو لازم ہوا کہ ہر وہ شے جو اس رشتہ کو توڑے مثلاً غیبت بہتان اور بے بنیاد خبریں وہ حرام ہو۔[23]"اسی ربط کے تحت قرآن نے ان افعال کو نہ صرف ممنوع قرار دیا بلکہ ان کے سماجی نتائج کو بھی واضح کیا ہے۔سورۃ الحجرات کی آیات 6 تا 12 میں "افواہوں" "بدگمانی" "غیبت" اور "تمسخر" جیسے ذرائع فتنہ کو اس شدت سے منع کیا گیا ہے کہ مفسرین نے ان کو "اجتماعی گناہ" قرار دیا ہے۔ایک سچی اور بااخلاق صحافت کا بنیادی فریضہ یہی ہے کہ وہ امت کے درمیان غلط فہمیاں تعصبات اور انتشار پیدا کرنے سے مکمل اجتناب کرے۔بدقسمتی سے آج کا میڈیا بعض اوقات اختلاف کو سنوارنے کے بجائے اسے ابھارنے بلکہ بیچنے لگا ہے۔چینل ریٹنگ کے لیے کی جانے والی افواہ پر مبنی رپورٹنگ مخالفین کی کردار کشی اور جذبات بھڑکانے والے تجزیے سب وہ اعمال ہیں جو امت کی وحدت کو نقصان پہنچاتے ہیں قرآن مجید نے افواہوں کی نفی اس انداز سے کی کہ

﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[24]

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ہر اطلاع قابلِ نشر نہیں ہوتی بلکہ اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اگر کوئی خبر ایسی ہو جو امت کے اتحاد کو توڑ سکتی ہو تو اس پر خاموشی یا حکمت کبھی کبھار اشاعت سے افضل ہے۔ آج کا میڈیا جب لسانی مسلکی سیاسی یا قومی تعصبات پر مبنی مواد نشر کرتا ہے تو وہ قرآنی اصولِ اخوت کا کھلا انکار کرتا ہے۔ ایک محقق صحافی کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کا ہر لفظ صرف ایک خبر نہیں بلکہ دلوں کے درمیان فاصلہ یا قرب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسلامی صحافت میں اصل کامیابی یہ ہے کہ وہ اختلافات کے باوجود امت کو کلمہ قبلہ اور خیرِ امت کے اصول پر قائم رکھے۔ فتنہ پروری کے مقابلے میں صلح جوئی مصالحت اور فکری توازن کو فروغ دے یہی وہ اصل ذمہ داری ہے جس کی طرف قرآن ہمیں بلاتا ہے۔

نہی عن المنکر:

اسلام میں صرف خیر کو پھیلانا کافی نہیں بلکہ برائی کو روکنے اور منکرات کے خلاف آواز بلند کرنا بھی اتنا ہی اہم فریضہ ہے۔ یہی وہ قرآنی ہدایت ہے جس نے اسلامی صحافت کو صرف ایک "رپورٹنگ ٹول" کے بجائے اصلاحِ امت کا محرک قرار دیا۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾[25]

"اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔"

یہ آیت صرف ایک دعوتی حکم نہیں بلکہ اسلامی سوسائٹی کی فکری ذمہ داری کا اعلامیہ ہے۔ مفسرین کے مطابق یہاں "أُمَّةٌ" کا مطلب ہے "مستقل گروہ"—جو ہر دور میں یہ ذمہ داری سنبھالے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: "اس آیت میں اُمتِ مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اجتماعی طور پر اصلاحِ معاشرہ کے لیے سرگرم عمل رہے اور اس مقصد کے لیے نیکیوں کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام لازم قرار دی گئی۔[26]" اسلامی صحافت اسی "أُمَّةٌ" کا جدید اظہار ہے جو قلم ذرائع ابلاغ اور سکرین کے ذریعے اصلاح دعوت نصیحت اور تنقید کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔

اصلاحی صحافت کا منشور

اسلامی صحافت کا نصب العین صرف حقائق کی اطلاع دینا نہیں بلکہ ان کا فکری و اخلاقی تناظر واضح کرنا بھی ہے۔ ایک سچی اسلامی صحافت:

- برائی کی نشان دہی کرتی ہے
- معاشرتی بگاڑ پر تنقید کرتی ہے
- لیکن طنز نفرت اور تضحیک سے بچتی ہے
- اصلاح کی نیت سے تنقید کرتی ہے نہ کہ تفریق کی غرض سے

امام غزالی فرماتے ہیں: "اگر کسی معاشرے میں نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا بند ہو جائے تو وہ معاشرہ ہلاکت کے دہانے پر آ جاتا ہے[27]۔" یہ قول اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اصلاحی صحافت دراصل امت کے بقا کی علامت ہے۔ آج کا صحافی اگر صرف اقتدار شہرت یا سنسنی کے پیچھے ہے اور منکرات پر خاموش ہے تو وہ صحافت کا نہیں صرف تجارت کا نمائندہ ہے۔

تنقید برائے اصلاح

اسلامی صحافت میں تنقید کا مقصد اداروں یا افراد کو رسوا کرنا نہیں بلکہ ان کی اصلاح ہے۔ قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ برائی پر توجہ دلاؤ مگر عدل کے ساتھ محبت کے انداز میں۔ آج کے میڈیا میں یہ پہلو معدوم ہوتا جا رہا ہے۔ بعض تجزیہ نگار اور کالم نویس تنقید کو شخصیت کشی کا ذریعہ بناتے ہیں جو اسلامی اخوت اور ادب کے منافی ہے۔[28] قرآن کی دعوت یہ ہے کہ "قولاً سدیداً کہو" یعنی ایسی بات کہو جو درست ہو مفید ہو اور اصلاحی ہو۔ اسلامی صحافت کا ہر لفظ درحقیقت ایک اصلاحی فریضہ ہے—اگر وہ حکمت علم اور نیتِ صالح کے ساتھ ادا ہو۔

نتائج و تجاویز

- ❖ اسلامی صحافت کا مفہوم محض خبر رسانی تک محدود نہیں بلکہ ایک اخلاقی دینی اور تمدنی ذمہ داری ہے۔ قرآن نے صدق عدل امانت شفافیت اور حسنِ ابلاغ کو صرف انفرادی صفات نہیں بلکہ اجتماعی فریضہ قرار دیا۔
- ❖ سورۃ الحجرات میں دی گئی رہنما آیات (6–12) اسلامی صحافت کے لیے مکمل ضابطۂ اخلاق پیش کرتی ہیں جن میں تحقیقِ خبر غیبت سے اجتناب اخوت کا فروغ اور بدگمانی سے احتراز جیسے بنیادی اصول شامل ہیں۔
- ❖ صداقت و شفافیت کسی بھی صحافتی عمل کا بنیادی جوہر ہے جو نہ ہو تو پوری رپورٹنگ فتنہ بن جاتی ہے اور ہو تو وہی صحافت اصلاح انصاف اور اخوت کی ضامن بن جاتی ہے۔

- قرآن کی تعلیمات کے مطابق افواہوں جھوٹے الزامات اور فتنہ انگیز تعبیرات نہ صرف ناجائز بلکہ اجتماعی فساد کا سبب ہیں۔ موجودہ میڈیا میں ان اصولوں کی پامالی عام ہو چکی ہے۔
- اسلامی صحافت "نہی عن المنکر" کے فریضے کی جدید تعبیر ہے جو تنقید کو اصلاح کی نیت سے ادا کرتی ہے نہ کہ سیاسی لسانی یا ذاتی مفادات کی بنیاد پر۔
- امت کی وحدت کو سب سے زیادہ خطرہ بلا تحقیق خبروں تضحیک آمیز تبصروں اور نفرت آمیز تجزیوں سے ہے۔ قرآن نے مؤمنین کو "اخوت" کے رشتے سے جوڑا جو کہ میڈیا کے لیے اخلاقی میثاق کی حیثیت رکھتا ہے۔
- صحافت کے ہر مرحلے معلومات کے حصول تدوین اشاعت تبصرہ میں اخلاقی شفافیت زبان کی شائستگی اور مقاصد کی اصلاحیت کو مرکزیت حاصل ہونی چاہیے۔ قرآن کا اصل پیغام یہی ہے۔

تجاویز:

- اسلامی صحافت کے لیے باقاعدہ نصاب تشکیل دیا جائے جس میں قرآنی اصولِ ابلاغ کو مرکزی حیثیت دی جائے۔ جامعات میں "قرآن اور جدید میڈیا" جیسے کورسز متعارف کروائے جائیں۔
- صحافیوں کے لیے اخلاقی تربیت کے پروگرام لازم قرار دیے جائیں تاکہ وہ صدق عدل تحقیق اور زبان کی شائستگی جیسے قرآنی اصولوں کو عملاً اپنائیں۔
- ذرائع ابلاغ کے لیے ایک اسلامی کوڈ آف کنڈکٹ مرتب کیا جائے جو قرآن و سنت کی روشنی میں ہو — جیسے: افواہ کی اشاعت پر پابندی منفی پروپیگنڈا کی روک تھام ذاتیات سے گریز اور مثبت بیانیے کی ترویج۔
- ریٹنگ اور اشتہارات کے لالچ سے آزاد صحافتی ادارے قائم کیے جائیں جہاں صداقت اور اصلاحِ معاشرہ کو اولیت حاصل ہو۔
- علماء میڈیا ماہرین اور ماہرینِ تفسیر پر مشتمل مشترکہ کمیشن تشکیل دیا جائے جو وقتاً فوقتاً میڈیا کی رپورٹنگ کا تجزیہ کرکے اس کی اخلاقی تطہیر کا عمل شروع کرے۔
- صحافیوں کو بطورِ "امت کے داعی "تربیت دی جائے۔ان کے لیے قرآن سیرت اخلاقی فلسفہ اور اسلامی تمدن پر مشتمل مختصر کورسز لازم کیے جائیں۔
- سوشل میڈیا پر فتنہ انگیز مواد کی شرعی و اخلاقی حیثیت واضح کی جائے اور عوام کو تربیت دی جائے کہ ہر شے "فارورڈ" کرنا ابلاغِ خیر نہیں بلکہ فتنے کی نشرو اشاعت بھی ہے۔

حوالہ جات

[1] النحل:125

[2] التوبہ:119

[3] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار المعرفہ، 2005ء)، جلد 4, ص245۔

[4] فخر الدین رازی۔ التفسیر الکبیر، (قاہرہ: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1978ء)، جلد16, ص72۔

[5] مسلم بن حجاج۔ الصحیح، حدیث:2607 (قاہرہ: دار المعارف، 2000ء)، جلد4، ص1994۔

[6] الحجرات:6

[7] امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1967ء)، جلد16 , ص311۔

[8] علامہ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن، جلد6 (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1998ء)، ص114۔

[9] الأنعام:152

[10] امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1967ء)، جلد7، ص137۔

[11] الحجرات:12

[12] امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار المعرفہ، 2005ء) جلد 7 ، ص362۔

[13] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث نمبر 2564

[14] امام نووی، شرح صحیح مسلم (بیروت: دار الکتاب العربی، 1995ء)، جلد16، ص142۔

[15] البقرۃ:83

[16] امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، (قاہرہ: المکتبہ التجاریہ الکبری، 1978ء)، جلد3، ص265۔

[17] امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار المعرفہ، 2005ء) جلد1 ، ص235۔

[18] النساء:58

[19] امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار المعرفہ، 2005ء) جلد2، ص348۔

[20] امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1967ء)، جلد5، ص253۔

[21] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید میڈیا، (کراچی: دارالاشاعت، 2011ء)، ص61-63۔

[22] الحجرات:10

[23] امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، (قاہرہ: المکتبہ التجاریہ الکبری، 1978ء)، جلد10، ص144

[24] الحجرات:6

[25] آل عمران:104

[26] امام ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار المعرفہ، 2005ء) جلد2، ص132۔

[27] امام ابو حامد الغزالی، احیاء علوم الدین، جلد2 (قاہرہ: دار المعرفۃ، 1971ء)، ص345۔

[28] ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ اسلامیات، جلد1 (اسلام آباد: IIUI، 2010ء)، ص201۔